اداریہ

اُردو ہے جس کا نام...

اٹھارہویں صدی عیسوی میں تاجِ برطانیہ نے ہندوستان کی سپریم کورٹ کے لیے ایسا جج نامزد کیا، جس نے ہندوستان کے مطالعے اور مشاہدے کے لیے ''ہندوستانی کلچر'' کو ناگزیر قرار دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب برطانیہ سے کلکتہ کا سفر ایک ماہ کے عرصے پر محیط تھا۔ اس ایک ماہ کے عرصے میں ''ولیم جونز'' نے یادگار منصوبہ سازی کی، جس کے تحت ۱۵ جنوری ۱۷۸۴ءکو''ایشیاٹک سوسائٹی بنگال'' کا قیام عمل میں آیا۔ ''تذکرۂ گلزارِ ابراہیم'' کی تکمیل کا سال بھی ۱۷۸۴ء ہی ہے۔ تذکرے کے مؤلف، ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل کے بھی اہم مقالہ نگار رہے۔ سوسائٹی کے قیام کے سولہ برس بعد'' فورٹ ولیم کالج'' کا قیام عمل میں لایا گیا، جہاں اُردو زبان میں مذکورہ تذکرے کا ترجمہ'' مرزا علی لُطف'' سے کرایا گیا۔ بعد ازاں، اُردو زبان کو ہندوستانی کلچر کی تفہیم کے لیے بنیاد کا درجہ حاصل ہوا۔'' فورٹ ولیم کالج'' نے ولیم جونز کی فکر کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اس کالج نے'' ایسٹ انڈیا کمپنی '' کے کار پردازوں کو بھی اس قابل بنایا کہ وہ اپنی حکمرانی کے لیے ہندوستانی مزاج کے مطابق فیصلہ سازی کر سکیں ۔'' تذکرۂ گلشن ہند''(ترجمہ) کا مقدمہ مولوی عبدالحق نے تحریر کیا اور اس مقدمے میں بانگ دہل یہ کہا کہ'' اُردو کی ماں ہندو ہے، مسلمان باپ، جب کہ گاڈ فادر انگریز۔'' پروٹسٹنٹ برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی، کیتھولک کی منکر، عقل کے حصار میں اُردو کے ذریعے کامیابیوں سے ہم کنار ہوتی چلی گئی۔

''فورٹ ولیم کالج'' نے برطانوی افسران کے لیے ہندوستانی کلچر کو سمجھنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اب سوال یہ تھا کہ ہم ہندوستان سے ہر سطح پر واقف ہو چکے ہیں لیکن اب ہندوستانیوں کو برطانوی کلچر سے کیسے متعارف کرایا جائے ؟۔ اس ضمن میں ۱۸۲۵ء میں'' دہلی کالج'' قائم کیا گیا۔''دہلی کالج'' میں تمام علوم اُردو زبان میں پڑھائے جاتے تھے، جب کہ انگریزی زبان کو بھی اہمیت حاصل تھی اور اس کی تفہیم کے لیے بھی اُردو زبان کو اہمیت دی گئی ۔ ۱۸۴۷ء میں''سول انجینئرنگ کالج ،رُڑکی'' میں اُردو زبان کی وسعت کو تکنیکی سطح پر برتا گیا۔'' فورٹ ولیم کالج'' ۱۸۲۷ء تک اپنی افادیت کو منوا کر بند ہوا، جب کہ '' دہلی کالج'' ۱۸۷۷ء تک جیسے تیسے

Bi-Annual URDU ❄ ISSN: 2519-6332 (Print)
Vol. 102, No. 1, Jan-Jun. 2026 ISSN: 2708-1915 (Online)

اپنے ہونے کا احوال رقم کرتا رہا۔ ’’رُڑکی انجینئرنگ کالج‘‘ نے بھی کئی یادگاریں چھوڑیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سارے اہداف انگریز نے اپنی حکمرانی کے لیے حاصل کئے اور ذہنی غلامی کا معاملہ اُس وقت شروع ہوا ،جب ۱۸۳۴ء میں برطانیہ کے محکمۂ تعلیم کو رپورٹ پیش کی گئی کہ مقامی طلبہ، جومقامی زبان یعنی اُردو میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، وہ برطانوی طلبہ سے زیادہ ذہین ہیں۔ اس کے بعد’’لارڈ میکالے‘‘ کو بھیجا گیا کہ’’ جاؤ، وہاں کیا ہورہا ہے؟ جائزہ لو!۔‘‘

’’لارڈ میکالے‘‘ نے ۱۸۳۵ء میں انگریزی کوتعلیم کی زبان قرار دے دیا،جس سے ذہنی غلامی کا ایسا آغاز ہوا جو ہنوز جاری ہےاور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ اپنے بیانئے کا امکان بھی معدوم ہوتا چلا جارہا ہے۔’’ *Indian Panel Code* کے ترجمے نے’’ ڈپٹی نذیر احمد‘‘ کو خاصی اہمیت دی ،لیکن اسی’’تعزیراتِ ہند‘‘ نے پاک وہند کے مما لک کوذہنی طور پر برطانوی بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

اب آیئے! ہم دیکھتے ہیں’’ ڈاکٹر گستاؤلی بان‘‘ کے سروے کو، جو پانچ سو ساٹھ زبانوں پر مشتمل ہے، یہ جائزہ ۱۸۶۲ء میں لیا گیا۔ ہندوستان کی آبادی اُس وقت تقریباً ۲۵ کروڑ تھی اور ان ۲۵ کروڑ میں ۸ کروڑ پچیس لاکھ افراد اُردو بولنے والے تھے۔ جب کہ ہندی اور سندھی تیس تیس لاکھ۔

یہ سروے فرانسیسی زبان میں تحریر کیا گیا تھا جب کہ اس کا ترجمہ سید علی بلگرامی نے ۱۹۱۲ء میں بعنوان ’’تمدن ہند‘‘ کیا۔تمدن ہند میں ایک جدول دیا گیا ہےجس میں قابل ذکر زبانوں کا شماریاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے بعد ازاں گریرسن کا ’’لنگویسٹک سروے آف انڈیا‘‘ بھی اپنی مثال آپ ہے ۔ گیارہ جلدوں پر مشتمل ۳۶۴ زبانوں اور بولیوں کا احوال، جو ۱۸۹۴ء سے شروع ہوا، اور ۱۹۲۸ء میں مکمل ہوا۔ اس پورے منظر نامے میں ہندوستانی کلچر کے لیے اُردو زبان کوکلیدی اہمیت حاصل رہی۔ اس کی مثال موہن داس کرم چند گاندھی کا مولوی عبدالحق سے یہ کہنا کہ’’ آپ اس زبان کا نام ہندوستانی رکھ لیں ،ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔‘‘ بہر حال انگریز کو پورے ہندوستان پر حکمرانی کرنا تھی ، لہٰذا ، ۱۸۷۶ء میں حکومتِ برطانیہ کے حکم نامے کے مطابق بلوچستان کی سرکاری زبان بھی اُردو ہوگئی۔

یہ بات اپنی جگہ حقیقت رکھتی ہے کہ مرکزی زبان کے بغیر کوئی خطہ،قوم نہیں بن سکتا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے اردو زبان کی اہمیت کومزید نمایاں کیا کہ مقامیوں نے بلا رنگ ونسل اور مذہب انگریز کے خلاف اس انداز سے مزاحمت کی کہ اگر پنجاب سے کمک نہ آتی،تو انگریز کی واپسی ہوگئی ہوتی ؟۔اب انگریز حکمرانوں کو اُردو زبان کھٹکنے لگی تھی کہ کہیں یہ خطّہ قوم نہ بن جائے، لہٰذا ایسے اقدامات کیے گئے کہ اردو کے مقابل دیگر زبانوں

Bi-Annual URDU
Vol. 102, No. 1, Jan-Jun. 2026
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

کو پروان چڑھایا جانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید نے ۱۸۶۷ء میں اردو کے دفاع میں کئی مضامین تحریر فرمائے اور بہار میں اردو کی حمایت میں باقاعدہ تحریک چلی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اینگلوسیکسن ٹرائب کی زبان نے برطانیہ کوقوم بنا دیا، جب کہ مقامی سطح پر پیدا ہونے والی اردو زبان، جو پورے خطے کی زبان تھی، اس کے باوجود یہ خطہ قوم نہ بن سکا۔ مختصراً اس احوال کو مدنظر رکھتے ہوئے آج ۲۰۲۶ء میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہم کتنے بدنصیب ہیں کہ مرکزی زبان ہوتے ہوئے بھی قوم نہ بن سکے۔

ششماہی اردو کے لیے جملہ مقالہ نگاروں کا انجمن ترقی اردو پاکستان کی جانب سے شکریہ۔ امید ہے کہ اردو زبان کے فروغ کے لیے مستقبل میں بھی محققین و ادبا کی کاوشیں جاری رہیں گی۔ چلتے چلتے آئزک نیوٹن کی کتاب ''پرنس پیا آف میتھامیٹیکا'' کا بھی ذکر ہوجائے جو سترہویں صدی یعنی ۱۶۸۷ء میں لاطینی میں شائع ہوئی۔ اُس کی اشاعت کے بعد جب یہ احساس ہوا کہ مقامی سطح پر لاطینی ٹھیک نہیں ہے، لہٰذا ۱۶۸۸ء میں انگریزی میں اس کا ترجمہ شائع کیا گیا۔

پاک کلچر کی حفاظت کے لیے
ناگزیر اردو زباں ہے جان لو

(ش۔ ا)